رجسٹرڈ نمبر ۲۰۳۷ ا ے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر | خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد | میگفت گدا بودن کنعاں خوشتر

کاکوری اخبار

جلد | کاکوری چہارشنبہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۰ء مطابق ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ | نمبر ۱۲

ادبیات

(غزل از جناب افتخار الشعراء منشی عبدالوحید صاحب علوی نیرنگ کاکوروی)

دلمیں پھر پیدا ہوئی سیر گلستاں کی ہوس | پھر سمائی نغمۂ مرغ خوش الحاں کی ہوس
اُس لب یاقوت ... سے لگا ہر دم خیال | جان لیگی اک بدن لعل بدخشاں کی ہوس
جبکہ گشت ... اُسکے کُھلانے لگے | قیس کو پیدا ہوئی سیر بیاباں کی ہوس
تھا زلیخا کو سودا سر سے اتنا ہی اُنس | جسطرح یوسف کے دلمیں سیر کنعاں کی ہوس
قیس کل تک فرش محمل تھا زری زرنگار | آج ہے دشت جنوں میں خار مغیلاں کی ہوس
شور تحسیں ہو بپا ہر شعر کی ہو واہ واہ | ہے یہی بزم سخن میں ہر سخنداں کی ہوس

دیکھیے نیرنگ کا انجام کیا ہوتا ہے آج
پھر لئے جاتی ہے اسکو کوئے جاناں کی ہوس

…کہ وہ شادی سے پہلے خوب غور کرلیں اور سمجھ لیں کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے۔

بائیں ہاتھ سے چند پیسے دیدینے کا نام جبکہ داہنے ہاتھ سے ہزاروں روپیہ جمع کئے جاتے ہوں، خیرات ہے۔

اس سے پہلے کہ تم اچھے کام کرنا شروع کرو۔ برے کام ترک کردینا چاہیے۔

(ماخوذ از رسالہ زمانہ)

مقالات ٹالسٹائی

(مترجمۂ عالی لکھنوی)

انسان کا اصلی مذہبی جذبہ اُسوقت بیدار ہوتا ہے جب وہ دل میں غیر مستقل مزاجی، تنہائی اور گنہگاری کو محسوس کرتا ہے۔

جس طرح انسان بغیر دل و دماغ کے زندہ نہیں رہ سکتا اسیطرح مذہب کے بغیر بھی اُسکی زندگی ناممکن ہے۔

اپنے اہل و عیال کے کھلانے پہنانے اور دیگر ضروریات کے مہیا کرنے سے آدمی کی جسمانی خواہشات پوری ہو جائینگی لیکن اگر وہ یہی کام دوسروں کیلئے کرے تو اُسکی روحانی ضروریات پوری ہونگی۔

عورتوں کی طاقت زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر مقامات پر وہ مردوں پر حکومت کرتی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ ابتک اپنے قانون پر عمل کرتی ہیں اور مردوں نے اپنے قانون کو توڑ دیا ہے۔

کبھی اُس شخص کو خوشی نہیں ہو سکتی جو محض حصول مسرت کے خیال سے شادی کرتا ہے۔ شادی سے مسرت اُسوقت حاصل ہو سکتی ہے جب زن و شوہر دونوں کا مقصد ایک ہو۔

جو لوگ شادی کرنا چاہتے ہوں میں اُن سے درخواست کرتا ہوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۷ | کاکوری چہارشنبہ ۱۶ر اکتوبر سنہ ۴۶ء | نمبر ۱۲

اسلام کہاں ہے

(بسلسلۂ گذشتہ)

ہر انسان اسکا تو مدعی ہے کہ وہ صراط مستقیم کا جویا ہے مگر روز ازل سے انسانی طبائع کے اختلاف نے مسلم ہو یا غیر مسلم سب کو صراط مستقیم سے بھٹکایا ہے اسپر دماغی ضد کی مشکل نے اور گمراہ کر دیا انہیں گمراہیوں کو دور کرنے کیلئے ہر زمانہ میں ہادیوں کا خیر مقدم کیا ہے جنہوں نے اپنی مخلصانہ کوششوں کے نتائج بھی چھوڑے مگر نتائج کی بھی عمریں ہوا کرتی ہیں جو اپنی منزل تک پہونچکر ختم ہو جاتی اگر حضرت ابراہیمؑ کی تعلیم برقرار رہتی تو حضرت اسمٰعیلؑ دین حنیف کی تجدید کیونکر کرتے اگر حضرت موسےٰؑ پیدا نہ ہوتے تو فرعون کا بیڑا کون غرق کرتا اگر حضرت عیسےٰؑ مصلوب نہ ہوتے (عیسائی نقطہ نظری) تو عیسائی دنیا تثلیث پرست کیوں ہوتی اگر جناب رسالتمآب کو تبلیغ میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور اذیتوں کے برداشت کی قوت نہوتی تو توحید کے میدان میں ایک لاکھ مجاہد فوج کیونکر نظر آتی اگر حسینؓ نے حق کیلئے جان نہ دی ہوتی تو یزید کی باطل پرستی کی قلعی دنیا پر کیونکر کھلتی دنیا میں یہ سلسلہ اسلئے باقی رکھا گیا کہ عیش پسند انسان کے حافظہ سے وہ سبق محو نہ ہونے پائے جو سنگدلی سے جبل میدان میں ابولہبؓ نے اپنی سریانی زبان میں پڑھا تھا اور جس کی تجدید دنیا نو تک خدا کی طرف کی جاتی رہی آخر قرآن نے تکمیل انسانیت کو معراج پر پہونچا دیا باوجود اس جاننے کے کہ اسلام مختلف عقائد اور احکام کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ ایک ہی عقیدہ کی تصریح اور ایک ہی حکم کی تشریح و تفصیل ہے مگر دور اولیں کے بدلتے ہی عقیدہ کی جگہ عقائد نے لے لی اور حکم کی جگہ احکام نے جب ایک عقیدہ اور ایک حکم دماغوں میں محفوظ نہ رہ سکا تو عقائد و احکام کے عدد ایام کی آب ہوا کیونکر یاد رکھ سکتی تھی۔ عہد رسالت کا وہ واقعہ یاد ہوگا جب ایک غیر مسلم حاضر ہوکر عرض کرتا ہے کہ اگر اسلام کی تعلیم صرف ایک لفظ میں دیجاتی ہے تو گروہ اسلام میں شرکت کیلئے کو تیار ہوں کیونکہ وہ بیشمار احکام جو اسلام کے تعلیمات کے ابتدائی درجہ ہیں میں یاد نہیں رکھ سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ صرف "جھوٹ" سے احتراز کرو۔ علمائے اسلام غور فرمائیں کہ "امین عرب" نے صرف ایک لفظ میں تمام اسلامی تعلیم کو بھر دیا اور اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ "راستی" ہی انسانیت کے چہرہ کا وہ غازہ ہے جو انسانیت کے حسن کو غیر فانی بنا سکتا ہے۔ کیا عہد حاضر کے مسلمان اپنی پنجوقتہ عبادتوں کے ساتھ راستی کو بھی ایمان کا جزو اولین سمجھتے ہیں؟ اور اسپر سختی سے کاربند ہیں۔ اسی ایک لفظ کے احترام سے ہم مسلم کہلا سکتے ہیں اور انسانیت کے وقار کو باقی رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ "راستی" ہی اسلام کی وہ "روح" ہے جس سے تمام دوسری عبادتوں کا ڈانڈا ملا ہوا ہے۔ دور متاخرین دور اولیں کے دماغی کارناموں کے یاد رکھنے کا تو دعوے کرتا ہے اور اسکا دماغ دور اولیں کے دماغی افکار کا حامل بھی ہے مگر یہ کوئی سمجھانے کیلئے اپنی جا میں نہیں دیدیتا کہ اسلامی عقائد و احکام میں یہ تفرقہ اندازیاں حقیقت کے موجود ہوتے ہوئے رسم و رواج کی یہ پابندیاں اور سعد و نحس میں کاہنوں کی یہ وہم پرستیاں کیا قرآنی تعلیم کے مخالف و معارض نہیں ہیں۔ اسی لئے اکمل ترین انسان نے اپنی زندگی کو عملی حیثیت میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا اور اپنے عادات و اطوار، حرکات و سکنات اور وعظ و پند سے سب کچھ ذہن نشین کر دیا تھا۔ مگر یگانگی توحید کی قسمت میں یہ کہاں تھا کہ وہ ان منتشر ذرات کو حافظہ میں جمع رکھ سکتا جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم انسان نے اپنے انہیں کرتوتوں کے بدولت اپنے ہاتھوں سے اپنی قبریں خود بنا لیں۔ کیا یاد نہیں رہا کہ "محمد عربیؐ" نے صرف

ایک عبادت گاہ کی بنیاد اسلئے ڈالی تھی تاکہ وہ اس ایک مقام کے اسلام کا مرکز بن سکے اور کلمہ گو اسی ایک مرکز پر جمع ہو کر اپنے معبود واحد کی عبادت بھی کر سکیں اور آپس میں تبادلۂ خیالات کر کے اپنے گروہ کی زندگی سے جی بھی سکیں۔ مگر افسوس کہ ناقص دماغوں کی پیداوار نے نچلا نہ بیٹھنے دیا جسکے نتائج یہ برآمد ہوئے کہ ہر قریہ میں سنیوں کی مسجدیں الگ بنگئیں اور "الصلوٰۃ خیر من النوم" کی پکار ہونے لگی اور شیعوں کی مسجدوں میں "لا فصل" کے نعرے دائمی جھگڑے کا باعث بنگئے۔ فیر قوبیں یہ دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں اور اسکے ساتھ یہ بھی محسوس کرنے لگیں تھیں کہ جہاں ایک کمبل ہر موسم کے سرد و گرم کو پناہ دے سکتا تھا وہاں زربفت و کمخواب کے مہیب پوشی کی جانے لگی۔ جہاں خشک کھجوروں سے پیٹ کی بے صبری کو دور کر لیا جاتا تھا وہاں کے دستر خوانوں پر من و سلویٰ کے خوان اترنے لگے۔ جہاں کھجوروں کے پتے تمازت آفتاب کو روک سکتے تھے وہاں فلک فرسا قصر و ایوان تعمیر ہونے لگے جو "خلق عظیم" سے مخاطب کیا گیا تھا اُسکے نام کے لیوا بداخلاقی کے پیکر بنگئے۔ جسکو رحمۃ للعالمین بنا کر پیدا کیا گیا تھا اسکے پیرو زحمۃ للعالمین بنگئے جو فرائض اسلام کے ساتھ خلق خدا کی خدمت کو اولین عبادت سمجھتا تھا اُسکے معتقدوں نے صرف رکوع و سجود میں جنت کو اپنی عبادت کا معاوضہ سمجھ لیا حالانکہ جنت عبادت سے عیش و راحت ہے جسکو ہر انسان صرف اپنے اتقا سے حاصل کر سکتا ہے۔

جہلا کو ان معصیتوں میں مبتلا کرنے والے تو وہ ہوتے ہیں جو حافظ کے شاعرانہ الہامات پر سر دُھنتے ہیں اور انہیں اسیلیے خدائے سخن کے مرثیوں کی داد رو رو کر دیتے ہیں اور اسکو عین اسلام سمجھتے ہیں مگر جن کی عقلیں زمانہ جدید کی تربیت یافتہ ہیں اور جنکے دماغ نئی روشنی کی چمک اور جدید طرز تمدن کی شعاعوں سے خیرہ ہیں انکی اصلاح کس طرح کی جائے جب ہی تو آج کل کے تعلیمیافتہ اور سنجیدہ مسلمان کہتے ہیں کہ

اسلام کہاں ہے

(ماخوذ)

نامہ بر کبوتر

(بقیہ بسلسلہ یکم اکتوبر سنہ ۳۰ء)

(مولوی مصطفےٰ حسن صاحب علوی ایم۔ اے نے ۱۴ جون سنہ ۳۰ء کو آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے نشر کیا تھا)

ابھی چند سال کا ذکر ہے کہ جنوبی فرانس کے شہر ارامس سے ایک کبوتر اڑایا گیا اور وہ ۲۵ روز میں ساڑھے ہزار دو سو میل کی پرواز کر کے انڈو چائنا کے ایک شہر تک پہونچ گیا۔ اسکے علاوہ ایک کبوتر نے امریکہ میں دو ہزار دو سو میل کی مسافت طے کی اور ایک سو ہزار ایک سو میل طے کر کے منزل مقصود پر کامیابی کے ساتھ پہنچا تھا۔

کبوتر عام طور پر تاریکی میں اُڑنا پسند نہیں کرتے جو کبوتر ۵۰ میل فی گھنٹے کی رفتار سے دن بھر اُڑے ہوں وہ رات میں کسی جگہ بسیرا ضروری لیتے ہیں علاوہ اسکے کبوتروں کے سب سے بڑے دشمن شکاری پرند رات میں حملہ آور ہوتے ہیں۔ لیکن یورپ میں آجکل کبوتروں کو رات کے وقت تاریکی میں اُڑنے کی تعلیم پر خاص طور پر توجہ کی جاتی ہے اور اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ کبوتر خانوں کے بالائی حصوں کو بجلی کے ذریعہ روشن کر دیتے ہیں صبح سے کبوتر کو دانہ پانی کچھ نہیں دیتے رات ہوتے ہی انکو ڈھابلی سے نکالکر دور لیجاتے ہیں اور وہاں سے چھوڑ دیتے ہیں کبوتر دانے پانی کی کشش میں کبوتر خانوں کے پاس آجاتے ہیں اسیطرح رفتہ رفتہ انکو اندھیرے میں اُڑنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور بجائے دن کے رات میں پیغام رسانی کا کام بغیر کسی قسم کے خطرے کے لیا جا سکتا ہے۔ کاش شکاری پرند پالنے کے شوقین اور وہ شکاری جو محض بندوق چلانے کیلئے بہانہ ڈھونڈتے رہتے ہیں اپنی عادتوں کی اصلاح کر لیں تو کبوتروں سے اور بڑے اور مفید کام لیے جا سکتے۔

یورپ کے بعض ملکوں میں کبوتروں کیلئے کالج بھی قائم کیے گئے ہیں جنمیں ماہر کبوتر باز روزانہ اسطرح کی تعلیم دیتے آتے ہیں۔ ایک بڑا کام جو اور ذریعوں سے انجام پانا دشوار

معلوم ہوتا ہے کبوتروں کے ذریعہ بہت آسانی سے لیا جا سکتا ہے اگر خاص خاص جگہوں کی تصویریں جنگی یا غیر جنگی ضرورتوں کیلئے لینا ہوں تو اُنکے سینے کے اوپر ایک ہلکی ساخت کا تصویر کھینچنے کا کیمرہ لٹکا دیا جاتا ہے اسمیں اسکا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ وقفوں کے بعد ان کیمروں کا مُنہ تصویر لینے کیلئے کھُلتا رہے اور میلوں کا حساب کرکے کبوتر کی اُڑان کے راستہ میں کئی کئی جگہوں سے فوٹو لئے جاتے ہیں یہ فوٹو بہت چھوٹے ہوتے ہیں مگر بعد کو بڑے کر لئے جاتے ہیں۔

یہ بات ابتک کبوتر بازوں میں طے نہ ہو سکی کہ آیا کبوتر میں اپنے مقام اور منزل کی یاد کا طبعی اور فطری میلان کوئی ایسی چیز ہے جو اُس کو اسکے رہنے کے مقام یا منزل تک لے آتی ہی یا اُس کی تعلیم اور تربیت ایسے طریقے سے کی جاتی ہے کہ اُنمیں اپنی منزل تک پہنچنے کی عادت اور قابلیت پیدا ہو جاتی ہے بعض کبوتر باز فطری میلان یا instinct کے قائل ہیں اور بعض کی رائے میں ڈھابلی کے پاس ہی اسکو بار بار دانہ ملنے کی عادت یا جنسی خواہش ہونے کا زمانہ یا بچوں کو دانہ بھرانے کی کوشش یہ تین باتیں ایسی ہیں جو کبوتر کو خواہ وہ کہیں ہو اُسے اپنی ڈھابلی تک لے آتی ہیں لیکن جو فطری میلان کے قائل ہیں انکی رائے اس سے مستثنیٰ نہیں ہوتی وہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں دراصل اسی میلان فطری کو زیادہ قوی کر دیتی ہیں اور بس۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ جب کبوتر کو ہزاروں میل کسی بند ڈھابلی میں لے جا کر چھوڑیں تو آخر میلان فطری کے علاوہ کونسی چیز ہے جو اُسے منزل تک پہونچا دیتی ہے اگر منزل یا ڈھابلی کی جگہ دور ہو اور مکمل طور پر اُس کو نہ لے جائیں تب کہا جا سکتا ہے کہ راستے کے درختوں اور مکانات کے نقشوں کو اپنی یاد میں رکھ کر اسی طرف اُڑ جاتا ہے وہ کبوتر جو جنوبی فرانس سے انڈوچائنا تک ۲۴ روز میں ۷۲۰۰ میل طے کر کے پہونچا تھا۔ جاتے وقت ظاہر ہے کہ اسکو راستے کے نشانات محفوظ رکھنے کا موقع ہی نہ ملا تھا اسلئے کہ ڈھابلی میں بند رہا اور جب انڈوچائنا سے فرانس گیا تو ڈھابلی جہاز میں رہی اور بحر احمر وغیرہ سب ہی راستے جہاز کو طے کرنا پڑے ہونگے

بعض ذی علم کبوتر بازوں کا خیال ہے کہ شاید اسکے جسم میں کوئی برقی مقناطیس کا جزو شامل ہے جو اُسے راستہ بتانے میں مدد کرتا ہے اور اسی مقناطیسی کشش کی وجہ سے وہ منزل تک پہونچ جاتا ہے۔ اگر یہ بات مان لی جائے تو ریڈیو کی وجہ سے اسکی اُڑان میں رکاوٹ کا سوال خود ہی حل ہو جاتا ہے کیونکہ یعنی کہا جاتا ہے کہ ریڈیو کے کام کرتے وقت کبوتر کی اڑان پر خاص اثر پڑتا ہے۔ اگر ریڈیو کبوتر کی منزل کی سمت میں کام کر رہا ہو تو تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کبوتر اُڑتے اُڑتے بغیر کسی ظاہری سبب کے بیٹھ گیا ہے یا اُسکو وہ سمت ہی ترک کرنا پڑی۔ اگر ریڈیو اسٹیشن خاموش ہو اور اس سمت میں کام نہ کر رہا ہو تو کبوتر تھوڑی دیر چکر لگانے کے بعد اپنی منزل کا سُراغ کر لیتا ہے۔ کبوتر عموماً آٹھ دس سال تک زندہ رہتا ہے۔ خال خال بیس بائیس سال تک بھی زندہ رہے ہیں۔ ان سے اڑان اور نامہ بری کے کام عام طور پر عمر کے دوسرے سے پانچویں سال تک لئے جاتے ہیں۔

کبوتروں کو نامہ بری کے کام کیلئے اسطرح تربیت دیتے ہیں کہ جوں ہی اسکے پر نکل آئیں اور وہ اُڑنے کے قابل ہو جائیں تو شروع شروع انکو چارہ اور پانی باقاعدہ وقتوں کے ساتھ ڈھابلی کے پاس دینے لگتے ہیں جب کبوتر کا بچہ چھ مہینہ کا ہو جاتا ہے تو اُسکو ڈھابلی سے نکال کے کچھ دور باہر لیجا کے چھوڑتے ہیں وہ اس لالچ میں کہ چارہ پانی ڈھابلی کے پاس ملے گا فوراً اُڑ کر آ جاتا ہے اسطرح کئی کئی بار کرتے ہیں یہانتک کہ وہ گرد و پیش سے خوب واقف ہو جائے اور ڈھابلی کے پاس دانہ پانی ملنا اسکے جی میں بیٹھ جائے اسی طرح رفتہ رفتہ دوری میں اضافہ کرتے جاتے ہیں۔ جب اسکے جفت کا زمانہ آئے یا بچے نکل آئیں تو اس دوری میں اور اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

کبوتر باز عموماً اڑان کے مقابلے یا نامہ بری کے کام میں انہیں کبوتروں کو رکھتے ہیں جو انڈے سے رہے ہوں یا جنکے منہ بچے

نکل آئے ہوں اس قسم کے کبوتر جب کہیں سے چھوڑے جائیں تو فوراً اور براہ راست واپسی کی سمت کو اختیار نہیں کرتے پہلے گرد چکر لگاتے ہیں پھر سب سے آسان راہ اختیار کر لیتے ہیں پچھلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ خط لکھکر اُسکے بازوؤں میں اسطرح باندھ دیتے تھے کہ اُڑنے میں اُسکی وجہ سے کوئی رکاوٹ پیدا نہو اور اگر بارش کا زمانہ ہو تو اس سے بھی خط محفوظ رہے لیکن آجکل عام طور پر ایک ہلکی سی چونگی ہیں جو کسی ایسی چیز سے بنائی جاتی ہے جسپر پانی کا اثر نہو خط رکھ کے کبوتر کے پیر میں باندھ دیتے ہیں۔

کبوتروں کے کانوں کی بناوٹ قدرۃً بالکل انسان کے کانوں جیسی ہے بعض کبوتربازوں کا خیال ہے کہ اسکے کانوں ہی کے ساتھ اپنی منزل تک پہونچنے کے جذبے کا راز وابستہ ہے تجربے سے کبوترباز اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ اگر کبوتر کے کانوں کے سوراخ کسی طرح بند ہو جائیں یا کسی چیز سے وغیرہ سے وہ مقام زخمی ہو جائے تو پھر کبوتر اپنی منزل تک نہیں پہونچ سکتا۔

برخلاف عام کبوتروں کی مگر خاص طور پر نامہ بر کبوتروں کی بینائی بہت زائد ہوتی ہے اور کبوتر انسانی نظر کے مقابلہ میں کئی گنے زائد دور کی چیز دیکھ سکتا ہے۔

کبوتر سے نہ صرف زمانہ جنگ میں بلکہ صلح میں بھی بڑے بڑے حیرت انگیز کام لئے جا سکتے ہیں۔ کسی زمانہ میں اگر ایسے کبوتروں کی قیمت کئی کئی سو گنیاں ہوتی تھیں تو اب بھی بعض بعض نسل کے کبوتر چھ ہزار ڈالر تک بکے ہیں۔ یہ رقم اور انکی تعلیم و تربیت کی محنت کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو اسکی قدر و قیمت اور بڑھ جاتی ہے اور کام کے لحاظ سے تو انکی قیمت کا صحیح اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں لاکھوں جانیں اسکے ذریعے بچائی گئیں اور بچائی جا سکتی ہیں۔ معلومات بہم پہونچانے کا زود رس کم خرچ اور کوئی ذریعہ نہ پہلے تھا نہ اب تک ہے۔ اس کے علاوہ ہر عمر کے آدمی کے لئے ایک معصوم اور بے ضرر تفریحی شغل بھی ہے۔

دنیا ہی یا خواب

(بقیہ سلسلہ گذشتہ)

(از حسن ابن ضیا علوی صاحب نصیب کاکوری)

حوالات میں دروازہ کی سلاخوں سے لگا مجھے ایک چہرہ نظر آیا قریب جانے پر وہ ایک چودہ برس کا لڑکا تھا اسکے چہرے سے معصومیت جھلک رہی تھی اُسکی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں وہ ایک عجیب انداز سے کھڑا تھا آزاد و لا محدود فضا کی کیفیتوں میں اپنی مغموم پر شوق حسرت زدہ نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ ایک قیدی کی نگاہیں! آسمان پر بادل تے اور فضا میں کیفیت۔ سنتری پہرہ دے رہے تھے میں نے اجازت لیکر دروازہ کے قریب جاکر پوچھا "تم یہاں کیسے آئے؟" اسکے جواب میں دو ننھے ننھے قطرے حوالات کے سنگین فرش پر گر پڑے تھے ؎

قاصر زبان ہوتی ہے جب عرض حال سے
بنتا ہے ترجمان دل بیقرار تو

مجھے اور کچھ پوچھنے کی ہمت نہ پڑی۔ اسکے جواب میں کتنی بے کسی تھی صرف ننھے ننھے آنسوؤں کے دو قطرے اور بس۔ اُس نے نہ جانے کتنے لمحے اپنے ساتھیوں میں مسرت کے ساتھ گذارے ہونگے کیا اُنکی یاد اُسے بیقرار نہ کر رہی ہوگی۔ مگر آہ! وہ قید تھا؟ اسکی زندگی کی کتنی ساعتیں اُس سے چھین لی گئی تھیں۔ اُس نے یقینی قانون شکنی کی تھی حالانکہ وہ یہ بھی نہ جانتا تھا کہ در اصل قانون کیا ہے؟ مگر دنیا کو اس سے کیا غرض؟ سوسائٹی کے تمام۔ امن عامہ کی بہبودی و حفاظت کیلئے قانون کی سخت گیری ضروری ہے اس سے بحث نہیں کہ سوسائٹی امن عامہ و اجتماعی بہبودی صرف ایک محدود طبقہ کی اغراض کا نام ہے منصف اسے نصیحت اور دوسروں کو عبرت کی تلقین بھی فرمائینگے۔ عبرت! اگر اس حقیقت کے کچھ بھی معنے ہوتے تو ابتک گناہ کا وجود بھی نہ باقی ہوتا۔ اور نصیحت! کاش کوئی اگر دیکھتا کہ اس نوجوان قیدی کے دل میں سرشت وانددہ سے ملا ہوا کونسا جذبہ طوفان برپا کئے ہوئے تھا وہ اعتراف تھا استغنا رتھا یا سرکشی و بغاوت۔ موسم کی کیفیتیں بڑھتی جاتی تھیں۔ میں نے بہت

چاہا کہ رونے کا خیال دل سے نکال ڈالوں اور انسان ہاں ظالم انسان کی سفاکیوں کے مناظر کو فطرت کی رنگینیوں میں بھلا دوں کہ انسانی تمدن انھیں سفاکیوں پر قائم ہے اور فطرت کی زندگی انھیں رنگینیوں کا نام ہے مجھے دنیا میں آئے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے پختہ کاروں کی نظر میں ابھی میں ناتجربہ کار ہوں اور مجھے اس سے انکار نہیں مگر میں اپنی ناتجربہ کاری کا ایک روشن پہلو بھی دیکھتا ہوں میں خود ابھی دنیا کے جنجال میں گرفتار نہیں ہونے پایا ان اثرات سے ناآشنا ہوں (گو بیخبر نہیں ہوں) جو دنیا والوں پر انکی پیاری دنیا ڈالا کرتی ہے اسی لئے میں دنیا کو بے تعلقی سے دیکھ سکتا ہوں صرف معصوم اور غیر مسکوت انسانیت کے مسطح نظر سے میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی چند مثالیں یہ ہیں میں نے اور بھی بہت کچھ دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ تونگر کس طرح محتاج کو بہانہ باز بتا کر دھتکار دیتا ہے اور پھر وہی ظالم تونگر اپنی لذتوں کی خاطر اس سے زیادہ صریح بہانوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ میں نے بھوک کی تذلیل اور شکم پرستی کی توقیر بھی دیکھی ہے میں نے معصوم نووارد روحوں کو جو دنیا کے رنگ ڈھنگ سے نہ صرف ناآشنا بلکہ مستغنی ہیں جائز و ناجائز کی صفوں میں تقسیم ہوتے دیکھا ہے صرف اس بنا پر کہ ایک کا وجود انسان کے چند مہمل کلمات کا نتیجہ اور دوسرے کا ـــ دو نوجوان سرشار دلوں کی ہم آہنگی۔ صرف یہی نہیں میں نے وہ غیر منصفانہ توقیر و تحقیر بھی دیکھی جو صرف اسی تفریق کی بنا پر نہ جانے کتنوں کی زندگی و موت کی ذمہ دار ہوتی ہے محض روحانی عذاب سے ڈرا کر اور کبھی جسمانی اذیت سے خوف دلا کر شکم پرستی کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ میں نے انسانیت کا وہ سیاہ ترین پہلو بھی دیکھا ہے جسکے بیان کی تاب نگارش مشکل سے لا سکتی ہے۔ میں نے زندگی کے بہترین جواہر کو اوہام، مکروہ اوہام کیلئے قربان ہوتے دیکھا۔ میں نے حسن کو فروخت ہوتے۔ ننھے کر بچے (محض چاندی کے چند ٹکڑوں پر) اور نسائیت کو لٹتے ہوئے بھی دیکھا ہے وہ نسائیت جو شاید فطرت کا حسین ترین اظہار تھا۔ یہ ہے آپ کی دنیا کی انفرادی زندگی میں نے آپ کی ہیئت اجتماعی کا بھی مطالعہ کیا ہے اور اسکو اسی طرح کھوکھلا پایا۔ آپ کا اجتماعی نظام قائم ہے نظریہ قومیت پر یہ نظریہ قومیت تمام اقوام عالم کا اقتدار و اشتراک عمل کا نام نہیں بلکہ قومی تنگ خیالی اور خود غرضی کا نام ہے دنیا ایک نزع کے عالم میں ہے، ہر طرف گھپ اندھیرا گھرا ہوا ہے اور انسان آسمان کے تاروں کی چھاؤں سے بھٹک کر دور بہت دور تاریک خلا میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے مگر افسوس اُسے کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا میں یہ سب دیکھتا ہوں اور اس میں ایک قابل نفرت عفونت پاتا ہوں ایک حقیر کھوکھلا پن، ایک بنیادی کمزوری، ایک اصولی بے ترتیبی محسوس ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر انسان کی تخلیق کسی خاص مقصد کے لئے ہوئی تھی تو وہ یہ ہرگز نہ تھا۔ اگر زندگی کسی خاص غرض کی تخلیق کا نام ہے تو انسان اُسے کھو چکا ہے اور بھول چکا ہے۔ اگر حسن و قبح - صحیح و غلط کے تصورات صحیح ہیں تو یقیناً موجودہ انسان کا تصور حیات کو صحیح و حسین تصور نہیں۔ اگر زندگی خواب ہے تو آپ کا خواب یقیناً و قطعی پریشان خواب ہے میں دنیا کو آپ کی دنیا کہتا ہوں۔ آپ کی دنیا میں ہر بُرا کام جائز ہے جائز نہ بھی ہو تو مولانا اُسے اپنے خاص مطلب کے لئے جائز کر دیتے ہیں مگر اس سے اسلام پر اثر نہیں پڑتا۔ اسلام تو جہاں پر تھا وہیں رہیگا۔ ہاں جو چیز اسلام میں ناجائز تھی ہمیشہ ناجائز ہی رہے گی مولانا کے جائز کرنے سے اُنکے مرید اُسے جائز کر لیں مگر لوگ مولانا کی وقعت نہ کرینگے اور تمام لوگوں کو دھوکا دینے کے بعد خدا کے یہاں مولانا ذمہ دار ہونگے۔ میں خود ایسے آئین، اغراض اور حقائق کے بے ترتیب بے جان انبار کا ایک ذرہ ہو کر زندہ رہنا گوارہ نہیں کر سکتا میں آپ کو اس تمام تگ و دو کو ایک نگاہ غلط انداز سے زیادہ وقعت نہیں دیتا میں آپ کے کھوکھلے قہقہوں اور خشک بے کیف بے اثر اور رائگاں آنسوؤں کا جواب یکساں طنزیہ تبسم سے دیتا ہوں میں نے خود کو آپ کی ضم ہو جانے سے پہلے علیحدہ کر لیا تھا اور اپنے لئے ایک علیحدہ دنیا قائم کرلی تھی جہاں بہار کا چمن ہی احساس رنگ و بو کی

کیفیتیں ہیں اور نہ جانے کیا کیا ہے، جو آپ کے سامنے محض تخیل ہے اور میرے لیے اب زیادہ وسیع حقیقت معاف کیجیے آپ کی دنیا کی تصویر میں نے بہت عجیب کھینچی ہے بہت تاریک مگر رخت نقوش سے کھینچی ہے۔ ممکن ہے آپ مجھے یک طرفہ مشاہدہ کا ملزم ٹھہرائیں اور مجھے اپنی زندگی کا وہ رخ بھی دکھلائیں جو آپ کے نظریہ میں بہت روشن ہے آپ میرے سامنے اپنے علوم و فنون کی ترقی پیش کرینگے اور بتلائیں گے کہ آپ کے سائنس و فلسفہ نے زندگی کو کتنا سہل و مہذب بنا دیا ہے مگر میں آپ سے پھر کہونگا کہ آپ کا تمدن آپ کی کتابیں اور مشینیں نہیں ہیں ممکن ہو وہ کسی خاص پہلو کی نمائندگی کرتی ہوں لیکن یہ تو دیکھیے کہ ان تمام چیزوں نے آپ کی زندگی کو کس طرح متاثر کیا ہے آپ کے تمام ادب آرٹ جو روزمرہ کی زندگی تعمیر ہوتی ہے وہ ہے کیا؟ آپ یقین کیجیے کہ میری کھینچی ہوئی تصویر سے بال بھر بھی فرق نہ پائیں گے گو میں بہت اچھا مصور نہیں ہوں نہ قلم میں زور ہے۔

آپ اپنے امروز کو دیکھ رہے ہیں شاید آپ نے یہ بھی محسوس کیا ہو کہ یہ حالت بدلنی چاہیے۔ میں آپ تک آپ کے "فردا" کا بھی پیغام پہونچا دینا چاہتا ہوں یعنی "نوجوان خواب ہے" دنیا کی امید اسی خواب میں مرکوز ہیں نوجوان اس بساط کو الٹ دیگا کہ یہ بازی ختم ہو گئی۔ نوجوان نئی دنیا بسائے گا پرانی دنیا کو مٹا کر ایک نیا نظام لائے گا پرانے نظام کو مٹا کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے درہم برہم کر دے گا۔ اگر چند خود غرض شریعت ڈاکو نوجوان کو روکیں گے تو وہ انکو دھکا دیکر ہٹا دیگا۔ زبردستی ہٹا دیگا۔ جب سر دیا اوکھلی میں تو دھمکیوں کا کیا ڈر۔ ترقی کرتے ہوئے نوجوان کو سیکڑوں لوگ روکتے ہیں اسکی دلشکنی و ذلت کرتے ہیں مگر وہ دھن کا پکا ارادہ کا پورا انھیں ذرہ بھی نہیں سنتا اور ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ نوجوان دھن کے پکے وجہ شیلے نوجوان کے پاس جاہ طلبی بھی ہے اور دست عمل بھی وہ بخطر منزل کی طرف بڑھے گا اور بڑھ ہی رہا ہے۔ منزل؟ جو فرشتہ امن کا مجسم اور مشعل و سلطنت مجسم!!!

وطن کی خبریں

ممبران وطن، اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں!
وطن میں گزارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں (اڈیٹر)

موسم:۔ گذشتہ عشرہ میں پانی بالکل نہیں برسا آسمان پر بادل بہت کم نظر آئے۔ بظاہر بارش کی اب کوئی امید نہیں معلوم ہوتی کاشت کیلئے ایک اچھے پانی کی ضرورت بتائی جاتی ہے۔ جس نے غلہ وغیرہ کا نرخ گراں کر دیا تھا جو بدستور ہے۔ دن کو دھوپ تیز ہوتی ہے۔ اور رات کو کافی خنکی ہونے لگی ہے۔

رمضان المبارک کا چاند پنجشنبہ ۱۵ اکتوبر کو دیکھا گیا اور جمعہ ۱۶ اکتوبر کو پہلا روزہ ہوا۔ ۲۹ شعبان کو مطلع بھی صاف تھا اور کہیں سے ۲۹ کو رویت ہونے کی اطلاع نہیں آئی۔ ۳۰ کا چاند دیکھ کر یعنی پنجشنبہ و جمعہ کی درمیانی شب سے قصبہ کی بیشتر مساجد میں کلام پاک شروع ہو گئے ہیں چند مساجد میں جو باقی رہ گئی ہیں پھر تیسرے ہفتہ سے تراویح میں قرآن شریف سنانے کا انتظام ہوگا۔ روزے بہت سکون اور لطف سے گذر رہے ہیں کسی قسم کی تکان وغیرہ محسوس نہیں ہوتی مجموعی حیثیت سے موسم خوشگوار ہے۔

آب و ہوا:۔ موسم تبدیل ہو رہا ہے جسکی وجہ سے ذرا سی بے احتیاطی کے باعث نزلہ و زکام ہوتا ہے اور بعد میں انفلوانزا کی کیفیت ہو جاتی ہے اکثر ٹائیفائڈ و ملیریا تک نوبت پہونچتی ہے کیونکہ عام طور پر ملیریا کی شکایات سنی جاتی ہیں۔

ولادت:۔ لکھنؤ سے اطلاع آئی ہے کہ منشی عرفان حسین علوی مرحوم کی دوسری صاحبزادی (جنکا عقد منشی صدیق احمد ایم اے لکھنوی کے ساتھ ہوا تھا) کے یہاں ۹ ستمبر سنہ ۳۶ء کو فرزند تولد ہوا۔ زچہ و بچہ بخیریت ہیں۔ اللہ تعالی نومولود کی عمر دراز کرے۔

دسہرہ:۔ برادران ہنود نے اپنا مشہور دسہرہ کا تہوار نہایت امن و سکون اور خاموشی سے گذارا۔ قصبہ میں کوئی چہل پہل نظر نہ آئی۔ نہ کہیں کوئی اجتماع ہوتا سنا گیا۔

صحت و تندرستی:۔ (۱) گذشتہ ہفتہ میں جناب حاجی مولوی نوازالحسن صاحب علیل ہو گئے

حادثہ:۔ ہم با صد افسوس حاجی میر عطاء اللہ صاحب (دولی نگر) جنکے علالت کی خبر گذشتہ اخبار میں درج ہوئی تھی کہ ۱۲ اکتوبر سنہ ۳۶ء کو ۶ بجے دن کے وقت اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ پرانے بزرگوں کا نمونہ تھے، جس شخص سے جس طرح ابتدا میں ملتے تھے وہی روش آخر تک قائم رکھتے۔ بڑی خوبی مرحوم میں یہ تھی کہ مخالف و موافق دونوں فریق سے ملتے تھے لیکن ایک کے یہاں کی گفتگو دوسرے کے یہاں کبھی بیان نہیں کی۔ ۱۲-۱۵ برس سے قاضی گوڑی کی جگہ سے پنشن لیکر فیض آباد سے کاکوری [illegible] اسوقت سے یہیں قیام رہا۔ باغ کے نصب کرنے کا خاص شوق تھا۔ اللہ تعالی مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ ہمکو اس حادثہ میں مرحوم کے واحد یادگار میر نیاز علی اور برادر خورد میر بابا لطیف صاحب اور دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم سب کو صبر جمیل کی توفیق فرمائے۔

مزاج نادرست ہو گیا تھا۔ روزہ کھولنے کے بعد کئی دست آ گئے جسکی وجہ سے ضعف و اضمحلال اتنا ہو گیا تھا کہ کچھ روزے قضا کرنا پڑے تھے۔ اب بفضلہ طبیعت چاق ہے اور روزے بھی ہو رہے ہیں۔

(۲) منشی خلیل احمد علوی ایم ایس سی کے ہاتھ کا لکھنؤ میڈیکل کالج میں انکے بھائی ڈاکٹر مشتاق احمد علوی ہیلتھ افسر گورکھپور (جو چند روز کی رخصت لیکر آئے تھے) نے اکسرے کرایا تھا۔ نتیجہ میں معلوم ہوا کہ بفضلہ ہڈی ٹھیک طور پر جڑی ہے کیونکہ پہلی بار معلوم ہوا ہڈی غلط جڑی تھی اور ہاتھ تین انچ چھوٹا ہو گیا تھا۔ لہذا خلیل احمد نے جرأت کر کے دوبارہ عمل جراحی کرانا گوارہ کیا تھا خدا کا شکر ہے اب ہڈی بالکل ٹھیک ہے۔ ابھی پلاسٹر چڑھا ہوا ہے درد وغیرہ کی تکلیف نہیں ہے۔ ان تکالیف کی وجہ سے کمزور بہت ہو گئے ہیں۔

علالتیں:۔ (۱) مولوی تحسین الدین علوی بی اے کو گذشتہ دو تین مہینوں اور استفراغ میں کمی رہی لیکن بخار بدستور رہا ضعف شدید ہے معلوم ہوا ہے کہ اب ایک ماہر علاج عطائی سے رجوع کیا گیا ہے جسنے بہت جلد مرض کو دفع کرنے کا وعدہ کیا ہے جو بھی طریقہ علاج ہو ہم عزیز مذکور کو صحت کلی عطا ہونیکی دعا کرتے ہیں

(۲) قاضی راشد علیخاں عباسی بی اے کے اسوقت تک ۲۵ انجکشن ہو چکے ہیں علاج اور احتیاط و پرہیز سے کافی نفع محسوس ہونا بتاتے ہیں۔ ڈاکٹر معالج بھی گذشتہ ہفتہ میں خیرآباد سے دیکھنے آئے تھے انھوں نے اچھی ہدایات پر عمل ہونے پر اظہار اطمینان کیا اور مرض میں بھی کمی بتائی ہے۔

(۳) اہلیہ مولوی مقبول الدین صاحب علوی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر نے منہ میں آکلہ (سرطان) ہونے کا جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ اور ڈاکٹروں و لیڈی ڈاکٹر کو دکھانے سے بالاتفاق صحیح نکلا۔ پہلے اپریشن ہونے کی خبر سنی گئی تھی لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ ہومیوپیتھک طریقہ علاج شروع کیا گیا ہے خداوند کریم موصوفہ کو جلد صحت کاملہ عطا فرما کر جنکو خصوصاً انکی ضعیف بزرگ ماں کو مطمئن فرمائے۔

(۴) ہمشیرہ مولوی سلطان بادر علوی کی کیفیات بدستور ہیں۔ ابھی تک آنکھیں کھلی نہیں ڈاکٹر امکانی تدابیر کر رہے ہیں قلت غذا کی وجہ سے ضعف بڑھتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور صحیح و تندرست کرے۔

(۵) مولوی افتخار علی عباسی کو اکثر بخار کچھ زیادتی ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر معالج نے دوا کے ساتھ ساتھ غذائے بھی تجویز کئے تھے جس سے ضعف بہت ہو گیا اب دوسرے ڈاکٹر سے رجوع کیا گیا ہے جنھوں نے فاقوں سے اختلاف کیا ہے انکے علاج سے فائدہ بتاتے ہیں اور ضعف میں کمی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ جلشانہ صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(۶) قاضی انتظار علیخاں المعروف عباسی بی اے کو گذشتہ عشرہ میں انفلوئنزا کی شکایت ہو گئی تھی کئی دن بخار تیز آیا اب بخار تو نہیں ہے کھانسی کی تکلیف زیادہ ہے بلغم بکثرت خارج ہو چکا اور اب بھی کچھ نہ کچھ نکل رہا ہے۔ کمزوری زیادہ بتلاتے ہیں خداوند کریم صحت عاجلہ عطا فرمائے۔

(۷) والدہ منشی عبدالرحمن علوی بی اے بمقابلہ پہلے کے اچھی ہیں۔ بدن بیٹھے چلے اور چلنے نہیں ہیں اور کھجلی میں بھی کمی ہے البتہ ابھی سر میں تکلیف باقی ہے۔ باری تعالیٰ بقیہ شکایت بھی دفع فرمائے۔

(۸) اہلیہ مولوی سلام الدین علوی کو لکھنؤ آنے کے بعد سے بخار کا جو سلسلہ تھا وہ دفع نہ ہوا تھا کہ انکی دیرینہ پیٹ کے درد کی شکایت بدستور ہے اور اس طرف درد کے دورے جلد جلد ہو رہے جنھوں نے عزیزہ مذکورہ کو بہت نحیف و کمزور کر دیا ہے علاج جاری ہے باریتعالے صحت عطا کرے۔

متفرقات:۔ (۱) حافظ عبدالعزیز صاحب ساکن موضع اسیا مئو ضلع لکھنؤ جو آنکھوں میں نزول کے سبب بینائی میں کمزوری ہو جاتی ہے اُسکے رد کرنے کے عامل ہیں اور یہ عمل انکے خاندان میں پشتہا پشت سے چلا آ رہا ہے۔ اتفاقیہ اُن عامل صاحب کا حال معلوم ہوا تو انکو شیخ محمد رفیق صاحب (مظفر گڑھ) کی معرفت کاکوری آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ شیخ صاحب موصوف ازراہ عنایت ہمدردی عامل صاحب کو ۹ ستمبر کو کاکوری لائے تھے۔ تین مستورات اور دو مردوں (ڈپٹی امیر احمد صاحب خاکسار ایڈیٹر کاکوری اخبار) نے آنکھوں میں نزول اترنے کیلئے عمل کرایا ہے پانچوں معمولوں کا بیان ہے کہ اس عرصہ میں اگر کوئی فائدہ نہیں ہوا تو کوئی نقصان بھی نہیں محسوس ہوا ہے کہ آنکھوں میں نزول اور کی زیادتی ہوئی ہو۔

(۲) شیخ شفقت علی عباسی جو اپنی جناب والدہ کی علالت کے سلسلہ اور اپنے خود علاج کی غرض سے وطن آئے تھے تقریباً دو ماہ کے بعد واپس گئے۔ انکی والدہ کے ہاتھ کے زخم پہلے ہی اچھے ہو چکے تھے۔ خود شفقت علی سلمہ کو بھی یہاں کے علاج اور آب و ہوا سے نفع ہوا اور کئی ماہ سے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے جو بخار آتا تھا وہ دفع ہو گیا۔

(بسلسلہ متفرقات) (۳) خار جاسا گیا ہے کہ جماعت خاکساران کے بعض اراکین نے اپنی وردیاں کسی کھیل تماشہ میں استعمال کرنے کیلئے عاریۃً دی تھیں۔ تعجب ہے کاکوری کے افسر سالار نے اسکو کیسے گوارا کیا۔

(۴) بسلسلہ تکمیل و سیر کچھ لوگوں کے سیاحت وطن کی اطلاع ملی ہے۔ خان بہادر چودھری نبی احمد ریاست چرکھاری سے۔ مسٹر انوار علی عباسی مع اپنی خالہ اور اہل و عیال کے کلکتہ سے الہ آباد۔ دہلی لاہور میں قیام کرتے ہوئے کاکوری آنیوالے ہیں۔ منشی عبدالرحمن علوی گونڈہ سے۔ شیخ شوکت علی عباسی کانپور سے۔

(سید محمد مشیر الدین پرنٹر ایڈیٹر نے انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں باہتمام سید نوشی حسین چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (لال ٹی) کاکوری سے شائع کیا)